OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 1, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

قدیم دینی ادب میں خبر مشہور کی تعریف واطلاق کے علمی مباحث: محدثین وفقہا کی آرا کا تجزیہ

Terminological delibrations and differences on Famous hadith in classical literature and its implications: Analytical review of opinionsof Muhaddithin and Hanafi Jurists

Muhammad Imran Khan, Phd Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Abstract

KEYWORDS:

Multiety, Neologion proof, Kalami dissents, Sacred Law, originals.

Date of Publication: 30-06-2023

“The Well-Known Hadith” (famous Hadith) is a terminology, defined differently by Muhaddiths and Fuqaha. This difference of definition causes the state of multeity (tanawu) and variation in Sharia issues. This multeity shows neologion (ijtihadi) capacity in Fiqhi issues and opens the ways to illation in secondary topics. Similarly, this difference of famous Hadith by Fuqaha clearly illustrates the importance of proof, scale of proof and effects of proof with respect to its scale. This is necessary to review these effects of “Well-Known Hadith” in order to determine a standard direction of Fiqhi and Kalami dissents. This term used often among students of Sacred Law. The conclusion after the review of this case study is that “The Well-Known Hadith” is that which narrated by a lone peson in originals, after that the public adopted it with acceptance. Some times It changes the general situation of Quran& Hadith. This research will clear the meaning of “The Well-Known Hadith” and it’s difference between Hanfis and Muhaddiths.

تمہید:

شریعت اسلامیہ کے احکام کا استدلالی مآخذ بنیادی طور پر چار ہیں جنہیں اصول اربعہ کے نام سے جانا جاتا ہے؛ قرآن مجید، حدیث مبارکہ، اجماع، قیاس۔ ان نصوص شرعیہ سے استدلال کرنے سے پہلے ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ نص کی اس کے مصدر کے ساتھ نسبت کا صحیح ادراک کرے۔ یہ اصول حدیث نبوی کے ساتھ خاص ہے کہ حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ پر استدلال کرنے سے پہلے اس حدیث کی روایت کے ہم تک پہنچنے کی کیفیت سے درست آگاہی رکھتا ہو۔ ورنہ مستدل کے حکم کی تعیین کرنے میں خطاء کا امکان ہے۔ قرآن کریم اس ضابطے سے مستغنی ہے کہ اس کے اتصال کی کیفیت کا لحاظ رکھنا استنباطِ احکام کے لیے شرط نہیں ہے، کیونکہ پورے قرآن کی صحت بذریعہ تواتر ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر، قلب اطہر سے صحابہ کرامؓ تک، آگے تادم آخر امت کے ہر طبقہ تک یہ قرآن کریم جماعت در جماعت لفظاً و معناً تواتر کی صورت میں پہنچا ہے۔ اس طرح سے کہ سینوں میں محفوظ، صحائف میں لکھا ہوا، بغیر کسی کمی زیادتی کے ہم تک پہنچ گیا ہے۔ امت کا اس نکتہ پر اجماع ہے کہ قرآن کریم قطعی الثبوت ہے۔ اس لیے مجتہد بغیر کسی اصولی بحث کے براہِ راست اس سے استدلال کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کی نصوص سے ثابت ہونے والے احکام کی تفصیلات و جزئیات حدیث مبارکہ کے ذریعے بیان کی جاتی ہیں۔ اس لیے احکام شریعہ کے ثبوت میں دوسرا اہم درجہ حدیث نبوی کا ہے۔ قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ بھی نبی کرم ﷺ کو دی گئی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تلاوت قرآن مجید کی طرح نہیں کی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی طرح احادیث بھی احکام میں حجت ہیں، اور قرآن ہی کی طرح ان کی اتباع اور ان پر عمل لازم ہے۔ حضرات صحابہؓ، تابعین، محدثین، فقہائے مجتہدین اور تمام علماء اہل سنت والجماعت حدیث رسول ﷺ کی حجیت اور اس کی تشریعی حیثیت پر بصیرت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں، اہل اسلام کے کسی گروہ، یا فرد نے جب کبھی بھی حدیث پاک کی اس شرعی حیثیت پر ردو قدح کی ہے تو اسے یکسر مسترد کر دیا گیا ہے۔

حدیث نبوی سے استدلال اور حکم شرعی کے استنباط سے پہلے اس کی صحت وثبوت کا ادراک ضروری ہے کہ نقاد محدثین وفقہاء نے سند اور متن کی صحت کے لیے جو شرائط نقل کی ہیں، اگر حدیث ان

شرائطِ قبول پر پوری اترتی ہے تو حکم شرعی کا استنباط جائز ہوگا ورنہ حکم نہیں لگایا جاسکے گا۔ قرآن و حدیث سے استدلال میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ نبوت میں حدیث مبارکہ کی تدوین اس منظم طریقے سے نہیں ہوئی جیسی منظم تدوین قرآنِ کریم کی زمانہ نبوت میں ہوئی ہے۔ حدیث میں کتابتِ حدیث کی نہی وارد ہوئی ہے جس کا بنیادی سبب یہی تھا کہ صحفِ قرآنیہ کا اختلاط صحفِ حدیث کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اس لیے زمانہ نبوت میں حدیث کے حفظ و ضبط کا اہم ذریعہ تلقّی و سماع اور حفظ و مذاکرہ پر اعتماد تھا۔ اگرچہ مخصوص صحابہؓ کرام کے پاس تحریری ذخیرہ حدیث محفوظ تھا لیکن عمومی طور پر حفظ و تلقّی ہی بڑا ماخذ تھا۔ یوں ہم تک حدیث مبارکہ حضرات صحابہؓ کی نقل کے ذریعہ سے پہنچی ہے جس نقل کا اعتماد حفظ و مذاکرہ پر تھا۔ اس لیے سنت کے نبی ﷺ سے ہم تک اتّصال کی کیفیت کا اعتبار کرنا حدیث کی صحت جاننے کے لیے ضروری ہے۔

حدیث کی مختلف کیفیات کے اعتبار سے متعدد تقسیمات بیان کی گئی ہیں جن میں سے راویوں کی تعداد کے اعتبار سے بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: متواتر اور خبر واحد۔ متواتر وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر زیادہ تعداد میں ہوں کہ ان کے جھوٹی بات پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم ناممکن سمجھتی ہو۔ اگر راویوں کی تعداد اس قدر نہ ہو تو وہ خبر واحد ہو کہلائے گی۔ خبر واحد کی مزید تقسیم مشہور، عزیز اور غریب کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اگر اکیلا راوی ہو تو غریب، دو ہوں تو عزیز، تین یا اس سے زائد ہوں تو مشہور کہلاتی ہے۔ اس بحث سے مقصود خبر مشہور کی وضاحت کرنا ہے۔

مشہور کی لغوی تعریف:

مشہور عربی گرامر کے اعتبار سے باب فَتَحَ یَفتَحُ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جو شَهَرْتَ الأمْرَ (تو نے اس معاملے کو مشہور کر دیا) سے نکلا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب آپ نے اس معاملے کو ظاہر کر دیا ہو اور اس کا اعلان کر دیا ہو۔ مشہور کو اس کی وضاحت اور ظہور کی وجہ سے مشہور کہا جاتا ہے۔

امام لغت جوہریؒ صحاح میں لکھتے ہیں؛

والشُهْرَةُ: وضوح الأمر. تقول منه. شَهَرْتُ الأمر أَشْهَرُهُ شَهْراً وشُهْرَةً، فاشْتَهَرَ أي وضح. وكذلك شَهَّرْتُهُ تَشْهيرا۔[1]

(شہرت کسی معاملے کا واضح ہو جانا ہے، جیسے شہرث الامرَ کا معنٰی ہے میں نے اس معاملے کو مشہور کر دیا، اشْتَہَرَ کا مطلب کہ وہ معاملہ واضح ہو گیا۔

مشہور کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی تعریف میں پہلے محدثین کے نقطہ نظر کو بیان کیا جاتا ہے۔

حافظ عراقیؒ کی تعریف:

حافظ زین الدین عبد الرحیم عراقیؒ کی الفیۃ الحدیث کی اصول حدیث میں مقبولیت محتاج بیان نہیں ہے، اس کی مشہور شرح فتح المغیث للسخاویؒ کو بھی علم مصطلح میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ حافظ عراقیؒ لکھتے ہیں:

وَمَامِنْ وَاحِدٍ وَ اثْنَيْنِ فَالْعَزِيْزُ أَوْ... فَوْقُ فَمَشْهُوْرٌوَكُلٌّ قَدْ رَأَوْا[2]

ایک اور دو راوی والی حدیث عزیز اور اس سے زیادہ راویوں کی حامل حدیث مشہور کہلائے گی۔

حافظ ابن حجرؒ کی فوق الاثنین کے مشہور ہونے کی تائید:

شیخ الاسلامؒ ابن حجر عسقلانیؒ جن کی شرح نخبہ اپنی مقبولیت و سہل بیانی کی وجہ سے تمام جدید و قدیم درسیات کے نصاب میں شامل ہے، مشہور کے حوالے سے حافظ عراقیؒ کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں؛

الخبر إما أن يكون له: طرق بلا عدد معين. أو مع حصر بما فوق الاثنين.أو بهما. أو بواحد.فالأول: المتو اتر المفيد للعلم اليقيني بشروطه.والثاني: المشهور وهو المستفيض على رأي.[3]

(خبر یا تو بغیر کسی معیّن تعداد کے راویوں سے منقول ہو گی یا محدود تعداد ہو گی جو دو سے زائد راویوں پر مشتمل ہو گی، یا دو راوی ہونگے، یا ایک راوی ہو گا، پہلی قسم متواتر ہے جو اپنی شرائط کے ساتھ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، دوسری قسم (دو سے زائد راویوں والی) مشہور ہے، ایک رائے کے مطابق اس مستفیض بھی کہا جاتا ہے۔)

حافظ صاحبؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ فوق الاثنین کو مشہور کہیں گے نہ کہ فوق الثلاثۃ کو مشہور کہیں گے۔ یعنی تین راوی ہوں یا تین سے زائد راوی نقل کرنے والے ہوں تو وہ خبر مشہور کہلائے گی۔

شارح الفیۃ حافظ سخاویؒ کی وضاحت:

شیخ الاسلامؒ ابن حجر کے علمی جانشین اور تلمیذ خاص حافظ سخاویؒ جنھوں نے الفیۃ العراقی کی معروف شرح فتح المغیث تصنیف کی ہے مذکورہ بالا شعر کی وضاحت کرتے ہیں؛

(فَوْقُ) بِالْبِنَاءِ عَلَى الضَّمِّ - أَيْ: فَوْقَ ذَلِكَ - كَثَلَاثَةٍ فَأَكْثَرَ، مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ، (فَمَشْهُورٌ)؛ أَيْ: النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: الْمَشْهُورُ.[4]

(فوقُ ضمہ پر مبنی ہے یعنی اس کے مضاف الیہ کو حذف کرکے مبنی بر ضمہ کر دیا ہے اصل عبارت فوق ذالک ہے کہ دو سے اوپر راوی والی حدیث چاہے تین ہوں یا زیادہ راوی ہوں لیکن حد تواتر تک نہ پہنچی ہو تو اسے مشہور کہتے ہیں)

محدثین نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے اس لیے یہ تعریف اتفاقی قرار پائی ہے۔

قاری طیبؒ کا خبر مشہور کے ثبوت پر قرآن مجید سے استدلالؒ:

حکیم الاسلام قاری محمد طیّب قاسمیؒ(متوفّٰی 1983ھ)نے خبر مشہور کے ثبوت پر سورہ یٰسین میں بیان کردہ اصحاب القریہ والے واقعہ سے لطیف استدلال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں؛

' وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ (13) إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ (14) '[5]

(یاد کروں گاؤں والوں کی مثال جب کہ ان کے پاس رسول آئے جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے سے قوت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں)۔

اس سے واضح ہے کہ دو کی تکذیب کر دینے پر پر تیسرے کا اضافہ اصولاً اس وجہ سے تھا کہ عادۃً تین ثقہ اور عادل افراد کو جھٹلانا فطرت انسانی کے خلاف ہے اور اس سے گاؤں والوں پر خدا کی حجت تمام ہو جائے گی، کیونکہ تین آدمی کا مجموعہ جماعت کہلاتا ہے، اور ان کی جماعت اور وہ بھی نیک اور پارسالوگوں کی، مل کر جھوٹ بول سکتی ہے اور نہ ہی اسے جھٹلایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں نقل اور روایت کے سلسلے میں تین کا عدد پیش نظر ہے رسالت کا وصف پیش نظر نہیں، کیونکہ رسول تو ایک بھی ثقاہت وعدالت اور صدق و امانت میں ساری دنیا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اگر گاؤں والوں کو رسالت کی عظمت پیش نظر ہوتی تو وہ ایک رسول کی بھی تکذیب کی جرات نہ کرتے اور کرتے تو وہ خود ہی غیر معتبر ٹھہر جاتے۔

رسولوں کے عدد میں بلحاظ وصف رسالت اضافہ کی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ ان پر قانونی حجت تمام کرنی تھی تو آخر کار تین کا عدد مکمل کر کے رسالت ان تک پہنچوائی گئی کہ دنیا کے عام اصول پر تین سچے انسانوں کی خبر کسی طرح بھی قابل رد شمار نہیں کی جاتی۔ اس سے یہ اصول واضح ہو جاتا ہے کہ اگر تین تین کی روایت سے کوئی خبر روایت ہوتی ہوئی ہم تک پہنچے تو قرآن کی رو سے بلحاظ روایت وہ ہرگز رد نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس سے نہ صرف غلبہ ظن بلکہ دیانتاً یقین ہے حاصل ہو جاتا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی، اور جبکہ یہی نوعیت خبر مشہور کی ہے تو قرآن کریم سے خبر مشہور اور اس کی حجیت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اندریں صورت خبر مشہور کے ثبوت اور اس کی حجیت کا منکر درحقیقت قرآن کے اس اصول اور آیت بالا کا منکر ہے جس کو منکر قرآن کہا جائے گا۔[6]

خبر مشہور کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نقطہ نظر:

جمہور محدثین نے مشہور کی جو تعریف کی ہے اس میں فقہاء شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی تائید بھی شامل ہے۔ البتہ فقہاء حنفیہ نے خبر مشہور کی اصطلاح میں جمہور سے الگ مؤقف اختیار کیا ہے۔ ان کے ہاں خبر کی تقسیم ثلاثی ہے کہ خبر یا متواتر ہو گی، یا مشہور ہو گی، ورنہ خبر واحد ہو گی۔ فقہاء خبر مشہور کو متواتر کے مقابل مستقل قسم قرار دیتے ہیں جس کا درجہ متواتر و آحاد کے درمیان کا ہے، نہ کہ محدثین کی طرح مشہور کو خبر واحد کی قسم قرار دیتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل ہے؛

امام بزدویؒ کی تعریف:

قال الشيخ الإمام - رضي الله عنه - المشهور ما كان من الآحاد في الأصل ثم انتشر فصار ينقله قوم لا يتوهم تواطؤهم على الكذب، وهم القرن الثاني بعد الصحابة - رضي الله عنهم -، ومن بعدهم وأولئك قوم ثقات أئمة لا يتهمون فصار بشهادتهم وتصديقهم بمنزلة المتواتر،[7]

(امام بزدویؒ فرماتے ہیں کہ مشہور وہ خبر ہے جو اصل میں آحاد ہو پھر پھیل جائے اور ایسی قوم اس کو نقل کرنے لگے جن کے کذب پر جمع ہونے کو عقل محال خیال کرے، یہ قرن ثانی کا زمانہ ہے صحابہ کرامؓ کے بعد والا زمانہ، اور ان کے بعد والا زمانہ، یہ وہ ثقہ ائمہ کی جماعت ہے جن پر کذب کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی، تو ان کی گواہی اور تصدیق کے بعد مشہور بمنزلہ متواتر کے ہو گئی۔)

علّامہ دبّوسیؒ کی تعریف:

وامّا المشہور فحدُّہ ماکان وسطُہ وآخِرُہ علی حدِّ المتو اتر واوَّلُہ علی حدِّ الآحادِ،[8]

(خبر مشہور کی تعریف یہ ہے کہ اس کے وسط اور آخر سند کا درجہ متواتر کی تعریف پر پورا اترتا ہو اور ابتداء سند آحاد کے درجہ کی حیثیت رکھتا ہو۔)

علّامہ شاشیؒ کی تعریف:

وَالْمَشْہُور مَا کَانَ أَولہ کالآحاد ثمَّ اشْتہر فِي الْعَصْر الثَّانِي وَالثَّالِث وَتَلَقَّتْہُ الْأمة بِالْقبُولِ فَصَارَ کالمتو اتر حَتَّى اتَّصل بك،[9]

(مشہور وہ خبر ہے جو اوّلاً آحاد ہو پھر قرن ثانی وثالث میں میں شہرت حاصل کرلے اور امّت میں اسے تلقّی بالقبول حاصل ہو جائے اور متواتر کی طرح ہو جائے یہاں تک کہ اسی کیفیت میں آپ تک پہنچ جائے)

خلاصہ تعریفات:

ان تعریفات کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعبیر کے فرق کے باوجود معنوی اعتبار سے سب ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ حنفیہ کے ہاں مشہور حدیث پر عمل کی درج ذیل شرائط ان تعریفات سے سامنے آتی ہیں؛

1۔ اصل حدیث آحاد ہو، قرن اول یعنی دور صحابہؓ میں ایک یا دو صحابہؓ سے روایت کی گئی ہو۔

2۔ قرن ثانی یعنی تابعین کے زمانہ میں وہ متواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہو۔

3۔ قرن ثالث یعنی تبع تابعین کے زمانہ میں بھی اسی کیفیت پر ہو۔

4۔ امت میں اس حدیث کو تلقّی بالقبول حاصل ہو گیا ہو اور اس پر تعامل بھی ہو۔

5۔ قرون ثلاثہ جن کے بہترین ہونے کی شہادت حدیث میں دی گئی ہے (زمانہ صحابہ، تابعین وتبع تابعین)، کے بعد کے زمانہ میں حدیث کے شہرت اختیار کرنے کی استنادی حیثیت کچھ درجہ نہیں رکھتی ہے کیونکہ اس عرصہ میں عام احادیث بھی شہرت کے درجہ تک پہنچ چکی تھیں۔ ان احادیث کو مشہور نہیں کہا جائے گا۔

ائمہ حنفیہ کے ہاں حدیث مشہور کی تعریف میں قرون ثلاثہ کی شرط لگائی گئی ہے تو یہ قرون کون سے ہیں۔ عام طور پر قرن سے مراد سو سال کا عرصہ لیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرون ثلاثہ جو معتبر ہیں وہ تین سو سال بنتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ شیخ عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ قرون ثلاثہ کی انتہاء 220ھ پر ہے۔

قرن اول طبقہ صحابہؓ:

اس کی انتہاء سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ہوتی ہے جو کہ 110ھ ہے۔
حافظ ذہبیؒ ان کے حالات میں لکھتے ہیں،

'وبه ختم الصحابة في الدنيا مات سنة عشر ومائة على الصحيح '[10]

(دنیا میں صحابہ کا اختتام ان پر ہوتا ہے، صحیح قول کے مطابق ان کی وفات 110ھ ہے۔)

قرن ثانی طبقہ تابعین:

اس طبقہ کی انتہا خلف بن خلیفہ اشجعی کوفی پر ہوتی ہے ہیں جن کی وفات 180ھ ہے۔ حافظ بلقینیؒ تابعین کی تعریف میں لکھتے ہیں؛ 'وآخرهم موتًا " خلفُ بن خليفة " توفي سنة ثمانين ومائة '[11]

قرن ثالث طبقہ تبع تابعین:

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ ' واتفقوا أن آخر من كان من أتباع التابعين ممن يقبل قوله من عاش إلى حدود العشرين ومائتين '[12]

(ائمّہ کا اتفاق ہے کہ تبع تابعین میں سے آخری شخص جس کا قول معتبر شمار کیا جائے گا وہ ہے جو 220ھ تک زندہ رہا۔)[13]

فقہاء و محدثین کی اصطلاحِ خبر مشہور میں فروق:

1۔ تعریف کے اعتبار سے فرق:

(1)۔ حنفیہ کے ہاں اور جمہور محدثین کے ہاں مشہور کے مفاہیم اس اعتبار سے قریب قریب ہیں کہ کہ دونوں کے ہاں شہرت کی ابتداء قرن ثانی اور قرن ثالث یعنی تابعین اور تبع تابعین کے زمانے سے ہوتی ہے کہ ان کے زمانہ میں مشہور ہو جائے۔ ابن مندہؒ کا مشہور کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ وہ ائمہ حدیث جن کی احادیث جمع کی جاتی ہیں اور ان کی مرویات کی حفاظت کی جاتی ہے، ان میں سے کسی ایک امام سے ایک جماعت روایت کرے اسے مشہور کہتے ہیں، تو ائمہ دین جن کا یہ مرتبہ ہے وہ تابعین یا تبع تابعین کے زمانے کے ائمّہ ہیں۔

(2)۔ جو حدیث صحابہ کے زمانہ میں آحاد تھی اور تابعین کے زمانے میں مشہور ہو گئی یا یا تابعین کے زمانے میں آحاد تھی اور تبع تابعین کے زمانے میں مشہور ہو گئی تو اسے حنفیہ اور محدثین کی اصطلاح میں مشہور شمار کیا

جائے گا۔ باقی جو حدیث تبع تابعین کے زمانے میں آحاد تھی اور ان کے بعد والے زمانے میں مشہور ہو گئی تو محدثین کے ہاں وہ مشہور کے مفہوم میں داخل ہو گی، حنفیہ کے ہاں مشہور کے مفہوم میں شامل نہ ہو گی، کیونکہ حنفیہ نے شہرت کو پہلے تین زمانوں کے ساتھ خاص کیا ہے کہ ان تین زمانوں کے بعد عام احادیث بھی مشہور ہو گئی تھیں، اس لیے ان کا نام مشہور نہیں رکھا جائے گا۔

(3)۔ باقی حنفیہ اور محدثین کے ہاں مشہور کے مفہوم میں جو اختلافی نقطہ ہے وہ یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں مشہور کے لئے شرط ہے کہ اول زمانے میں آحاد ہو اور دوسرے و تیسرے زمانے میں وہ تواتر کی حد تک پہنچ جائے، جبکہ محدثین تواتر کی شرط نہیں لگاتے وہ تین یا تین سے زائد راویوں کے روایت کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔

(4)۔ حافظ ابن حجرؒ کے ہاں مشہور وہ ہے جس کے راوی کسی زمانے میں دو سے کم نہ ہوں، یعنی کم از کم تین یا تین سے زیادہ ہوں تو اس اعتبار سے حافظ ابن حجرؒ کی تعریف اور حنفیہ کی تعریف میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جائے گی۔ جس حدیث کے اول زمانے میں راوی تین یا تین سے زیادہ ہوں اور تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو، پھر دوسرے اور تیسرے زمانے میں تواتر تک پہنچ جائے تو اس حدیث کے مشہور کہلانے میں ابن حجرؒ اور ائمہ حنفیہ متفق ہوں گے۔

(5)۔ حافظ ابن حجرؒ کی تعریف میں فرق تب آئے گا کہ اصل میں تین راوی روایت کر رہے ہوں یا تین سے زائد ہوں لیکن تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ پھر دوسرے اور تیسرے زمانے میں بھی تواتر تک نہ پہنچی ہو تو امام ابن حجرؒ کی یہ مشہور والی تعریف حنفیہ کی تعریف پر صادق نہیں آئے گی۔

(6)۔ اسی طرح اگر ابتداءً حدیث کا راوی ایک ہو یا دو ہوں پھر دوسرے اور تیسرے زمانے میں یہ تعداد تواتر تک پہنچ جائے تو حنفیہ کی تعریف کے مطابق یہ مشہور شمار ہو گی، جبکہ ابن حجرؒ کی تعریف کے مطابق یہ مشہور کے دائرہ کار میں نہیں آئے گی[14]۔

2۔ تقسیم کے اعتبار سے فرق:

حنفیہ نے خبر کی ثلاثی تقسیم کی ہے اور وہ مشہور کو آحاد کے ماتحت درجہ قرار دینے کے حامی نہیں ہیں، کیونکہ اس کا مابعد زمانے میں تواتر تک پہنچنا اور طبقہ علماء میں قبولیت عامّہ حاصل کرنا اس کو آحاد سے ممتاز کرتا ہے۔ اس لیے اس کا مرتبہ متواتر اور آحاد کے درمیان قرار پائے گا۔ دوسری طرف جمہور محدثین

حدیث کی ثنائی تقسیم کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں عدد رواۃ کے دو ہی مراتب ہیں، متواتر ورنہ آحاد۔ اب متواتر کے ماسوا جتنی بھی اقسام حدیث ہونگی وہ آحاد کے ماتحت ہونگی، اس کے دائرہ سے باہر نہیں ہونگی۔ لہٰذا حدیث مشہور ہو، عزیز ہو یا غریب ہو، سب آحاد کہلائیں گی۔

3۔ تعداد کے اعتبار سے فرق:

محدثین کے ہاں ہر طبقہ میں کم از کم تین راویوں کا پایا جانا مشہور کی بنیادی شرط ہے۔ اگر کسی طبقہ میں دوراوی رہ جائیں تو حدیث عزیز کہلائے گی، مشہور کے عنوان سے نکل جائے گی۔ جبکہ حنفیہ تین کی شرط سرے سے لگاتے ہی نہیں ہیں، ان کے ہاں پہلے طبقہ میں خبر واحد ہو، چاہے راوی ایک ہو یا دو ہوں یا تین ہوں، بشرطیکہ تواتر تک تعداد نہ پہنچی ہو تو وہ مشہور کہلائے گی، جب طبقہ ثانیہ اور ثالثہ میں اس کی تعداد تواتر تک پہنچ جائے۔ تو حنفیہ عدد کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ قبولیت عامّہ کا لحاظ رکھتے ہیں۔

4۔ حکم کے اعتبار سے فرق:

حنفیہ کا مؤقف خبر مشہور کے حکم کے حوالے سے یہ ہے کہ امام جصّاصؒ کے ہاں مشہور سے علم ضروری استدلالی حاصل ہوتا ہے، لیکن جمہور حنفیہ کا مؤقف عیسیٰ بن ابانؒ کے قول پر ہے کہ یہ علم طمانینت کا فائدہ دیتی ہے۔

جمہور محدثین نے مشہور کو آحاد کی قسم قرار دیا ہے لہٰذا اس کا حکم بھی آحاد والا ہی ہوگا۔ آحاد کی تعریف چاہے اکیلے راوی کا اکیلے شیخ سے روایت کرنا سے کی جائے یا جس میں متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں اگرچہ راوی کثیر ہوں کے ذریعے کی جائے۔ حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ محدثین کے ہاں خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی وضاحت کے مطابق اگر اس میں قرائن شامل ہو جائیں تو علم نظری تک پہنچ جائے گی ورنہ ظن کے درجہ میں ہی ہوگی۔

5۔ منکر کے حکم کا فرق:

تقسیم کے اختلاف کا نتیجہ مشہور کے انکار کے حکم کی صورت میں بھی سامنے آئے گا۔ محدثین کے ہاں اس کا منکر فاسق شمار ہوگا جبکہ حنفیہ کے ہاں اس کے انکار پر تین طرح کا حکم وارد ہوگا، ثبوت کے اعتبار سے تین درجات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے انکار پر گمراہ ہونا، گمراہ نہ ہونے لیکن غلطی پر ہونے اور گناہگار

ہونے کا خوف ہونا، یا گناہ کا خوف نہ ہونا لیکن غلطی کا پایا جانا، یہ تین طرح کے احکام لاگو ہوتے ہیں۔ خبر واحد چونکہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت ہے، لہٰذا اس سے عقائد ثابت نہیں ہو سکتے۔ حنفیہ مشہور کو آحاد میں داخل نہیں کرتے، اس لیے ان کا موٴقف محدثین سے فرق کے ساتھ ہے۔

یاد رہے کہ یہ حکم انکار کے فرق کے مراتب کے اعتبار سے ہے۔ باقی خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنا اس میں شامل نہیں ہے، وہ ایک الگ بحث ہے۔ حجیت کا انکار اہل السنّہ والجماعۃ کے ہاں نہیں ہے، سب حجت مانتے ہیں اور اس پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ محدثین مطلق طور پر اور حنفیہ چند شرائط کے ساتھ اس کو حجت مانتے ہیں۔

6۔ مرتبہ کا فرق:

فقہاء حنفیہ مشہور کو متواتر کی قسیم تسلیم کرتے ہیں اور آحاد کے درجہ سے خارج کر کے متواتر و آحاد کے مابین مستقل تیسرا درجہ قرار دیتے ہیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ تک اتصال کامل اور بغیر شبہ کے ہے تو وہ متواتر ہے، اگر اتصال میں صورت کے اعتبار سے معمولی شبہ پایا جائے تو وہ مشہور ہے، اور اگر صورت اور معنیٰ دونوں اعتبار سے شبہ پایا جائے تو اسے خبر واحد کہتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف محدثین مشہور کو آحاد کی قسم تسلیم کر کے اسے مشہور، عزیز اور غریب میں تقسیم کرتے ہیں۔

7۔ کیفیت ثبوت میں فرق:

محدثین کے ہاں متواتر سے خارج باقی اقسام حدیث میں عدد کا اعتبار کیا گیا ہے اور عدد کے فرق کی وجہ سے مشہور، عزیز، غریب کی تقسیم کی گئی ہے۔ جبکہ فقہاء تقسیم میں عدد کی کیفیت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے بلکہ شبہ کے صورۃً پائے جانے یا صورۃً اور معنیً دونوں کے پائے جانے کے اعتبار سے مشہور و آحاد کی تقسیم کرتے ہیں۔

8۔ مسئلہ نسخ وزیادۃ:

محدثین کے ہاں نص پر زیادتی کا مسئلہ ہو یا نسخ کا مسئلہ ہو، دونوں میں خبر واحد موٴثر ہے۔ متواتر و آحاد دونوں کے ذریعے نسخ وزیادۃ جائز ہے۔ حنفیہ کے ہاں خبر متواتر و مشہور کے ذریعے دونوں امور جائز ہیں لیکن خبر واحد کے ذریعے جائز نہیں ہیں۔ بعض اوقات یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حنفیہ نے خبر مشہور کے ذریعہ

سے نسخ کو اختیار کیا ہے جو کہ اصطلاحی اعتبار سے خبر واحد کی قسم ہے، حالانکہ ان کے ہاں خبر واحد سے نسخ درست نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مؤقف کے فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھے جانے کی وجہ سے یہ شبہ پیش آتا ہے کہ حنفیہ کے ہاں مشہور خبر واحد میں شامل ہی نہیں ہے، جبکہ محدثین کے ہاں یہ خبر واحد میں شامل ہے۔ جب اس کا مرتبہ ہی جدا ہے اور مشہور کے ذریعے نسخ وزیادۃ جائز ہے تو یہ اشکال ختم ہو جاتا ہے۔

محدّثین کے ہاں مشہور کے عملی اطلاقات:

ا۔ مشہور عند المحدثین کی مثال:

حافظ ابن الصلاحؒ اور حافظ عراقیؒ نے اس کی مثال حضرت انسؓ کی اس مثال سے پیش کی ہے؛

' (عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رسولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَنَتَ شَهْراً بعدَ الركوعِ، يَدْعُو على رِعْلٍ وذَكْوَانَ) '[15]

(رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت نازلہ تلاوت فرمائی جس میں رعل اور ذکوان کے قبیلوں پر لعنت فرماتے تھے۔)

یہ حدیث مبارکہ متفق علیہ ہے اور محدثین کے ہاں مشہور ہے، حضرت انسؓ سے ابو مجلزؒ کے علاوہ انس بن سیرینؒ، عاصم الاحولؒ، قتادہؒ، محمد بن سیرینؒ، وغیرہ حضرات نے اس کو نقل کیا ہے[16]۔ حافظ ابن الصلاحؒ اس کو نقل کرکے فرماتے ہیں؛

' فَهَذَا مَشْهُورٌ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، مُخَرَّجٌ فِي الصَّحِيحِ، وَلَهُ رُوَاةٌ عَنْ أَنَسٍ غَيْرُ أَبِي مِجْلَزٍ، وَرَوَاهُ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ غَيْرُ التَّيْمِيِّ، وَرَوَاهُ عَنِ التَّيْمِيِّ غَيْرُ الْأَنْصَارِيِّ، وَلَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا أَهْلُ الصَّنْعَةِ. وَأَمَّا غَيْرُهُمْ فَقَدْ يَسْتَغْرِبُونَهُ مِنْ حَيْثُ: إِنَّ التَّيْمِيَّ يَرْوِي عَنْ أَنَسٍ، وَهُوَ هَاهُنَا يَرْوِي عَنْ وَاحِدٍ، عَنْ أَنَسٍ. '[17]

(یہ حدیث اہل الحدیث کے ہاں مشہور ہے، صحیحین میں تخریج کی گئی ہے، حضرت انسؓ سے ابو مجلزؒ کے علاوہ کئی راویوں نے روایت کی ہے، ابو مجلزؒ سے سلیمان تیمیؒ کے علاوہ کئی اس کے راوی ہیں، اور سلیمان تیمیؒ سے محمد بن عبد اللہ انصاریؒ کے علاوہ بھی کئی راوی ہیں، ماہرین فن کے علاوہ اس کو اور کوئی نہیں جان سکتا، باقی اہل الحدیث کے علاوہ اس حدیث کو غریب سمجھتے ہیں کہ ابو مجلز تیمیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے تو وہ ایک فرد یعنی حضرت انسؓ سے نقل کر رہے ہیں (اس لیے غریب ہوئی))۔

2۔ محدثین وغیر محدثین کے ہاں مشہور کی مثال:

حافظ ابن الصلاحؒ وغیرہ ائمہ نے محدثین اور ان کے علاوہ باقی حضرات کے ہاں مشہور حدیث کی مثال اس روایت سے پیش کی ہے؛

' كَقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: " الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ "

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)

صحاح ستہ سمیت کتب سنن و مسانید میں سب محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے([18])۔ بیس صحابہ کرامؓ سے یہ مروی ہے۔اس اعتبار یہ سے یہ شہرت کی حد سے بڑھ کر تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ محدثین کے ہاں اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے اس کو مشہور نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ متواتر ہے، لیکن حافظ ابن الصلاحؒ اور بعد والوں نے اس کو مشہور کی مثال میں ذکر کیا ہے۔[19]

3۔ غیر محدثین کے ہاں مشہور روایات:

محدثین کے علاوہ طبقہ میں مشہور روایات کی تعداد کثیر ہے۔ان مثالوں میں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ ان مشہور روایات میں صحیح ہونا شرط نہیں ہے۔ مثال میں بیان کردہ روایت کبھی صحیح ہوگی، کبھی حسن اور کبھی ضعیف بھی ہوسکتی ہے۔ حتیٰ کہ کبھی موضوع روایت بھی پائی جائے گی، یا ایسی روایت بھی ہوسکتی ہے جس کی کوئی اصل محدثین کے ہاں نہیں ہوگی۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس بات کی طرف أو لاأصلَ له کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ حافظ ابن الصلاحؒ نے کچھ مثالیں بیان کی ہیں، جبکہ حافظ سیوطیؒ نے علوم کی ترتیب کے ساتھ کافی مثالیں پیش کی ہیں، جن میں سے چند کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ فقہاء کے ہاں مشہور احادیث:

1۔ «أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللَّهِ الطَّلَاقُ» ، صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

حافظ سیوطیؒ نے اس کو معنیً روایت کیا ہے ورنہ مستدرک حاکم اور سنن ابی داؤد میں اس کے الفاظ "**ما أحلَّ الله شيئاً أبغَضَ اليه مِنَ الطلاقِ**"[20] ہیں۔

2۔«مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ» الْحَدِيثَ، حَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ.[21]

3۔ «لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ»، ضَعَّفَهُ الْحُفَّاظُ.

یہ حدیث مستدرک حاکم، سنن دار قطنی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، السنن الکبریٰ للبیہقی میں سند کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔[22]

4۔ «اسْتَاكُوا عَرْضًا وَادَّهِنُوا غِبًّا وَاكْتَحِلُوا وِتْرًا» .قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: بَحَثْتُ عَنْهُ فَلَمْ أَجِدْ لَهُ أَصْلًا وَلَا ذِكْرًا فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ.[23]

(ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روایت کی تلاش کی ہے لیکن اس کی کوئی اصل مجھے نہیں مل سکی ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں اس کا کوئی ذکر موجود ہے۔)

2۔اصولیّین کے ہاں مشہور حدیث:

«رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ» ، صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَالْحَاكِمُ بِلَفْظِ: «إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ»[24]

اصول فقہ کی امہات الکتب میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کی گئی ہے، خصوصاً مکرہ کی طلاق کے باب میں اس سے استشہاد کیا جاتا ہے، البتہ متون حدیث میں سے سنن ابن ماجہ میں اس کے الفاظ '**إن الله وضع عَن أمتِي الْخَطَأ وَالنِّسْيَان وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْه**'[25]، اور دو جگہ تجاوز کا لفظ آیا ہے۔ جبکہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں «**تجَاوز الله عَن أمتِي الْخَطَأ** ... .»[26] کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

فقہاء کے ہاں مشہور کے عملی اطلاقات:

خبر مشہور کے فقہی و عملی اطلاقات و تعبیرات:

ان سطور میں فقہاء حنفیہ کی ان مستدل احادیث کو پیش کیا جائے گا جن پر فقہاء نے مشہور کا اطلاق کیا ہے۔

1۔ لا وصيةَ لِوارثٍ:

فقہاء کے ہاں یہ مشہور حدیث ہے جس نے قرآن کے وصیت والے عمومی حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔

عن أبى أمامةَ، سمعتُ رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم - يقول: "إن الله قَدْ أعطى كل ذي حقٍّ حقهُ، فلا وصيةَ لِوَارثٍ"[27]

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کے لیے اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے لہٰذا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے)۔ یہ حدیث قرآن مجید کے حکم (إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ)[28] (اگر تم میں سے کوئی، اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ اپنے والدین اور قریبی عزیزوں کے لیے دستور کے مطابق وصیت کرے) کے لیے ناسخ بن گئی ہے۔

امام جصّاصؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں؛

' هذا الْخَبَرُ الْمَأْثُورُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ. وَوُرُودُهُ مِنْ الْجِهَاتِ الَّتِي وَصَفْنَا هُوَ عِنْدَنَا فِي حَيِّزِ التَّوَاتُرِ، لِاسْتِقَامَتِهِ وَشُهْرَتِهِ فِي الْأُمَّةِ، وَتَلَقِّيْ الْفُقَهَاءُ إِيَّاهُ بِالْقَبُولِ وَاسْتِعْمَالِهِمْ لَهُ، وَجَائِزٌ عِنْدَنَا نَسْخُ الْقُرْآنِ بِمِثْلِهِ، إِذْ كَانَ فِي حَيِّزِ مَا يُوجِبُ الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ '[29]

(یہ خبر جو نبی ﷺ سے نقل کی گئی ہے اس کا وارد ہونا انہی خطوط پر ہے جن کی وضاحت ہم نے متواتر کے اوصاف میں کی ہے۔ اس کے ثبوت کی وجہ سے اور امت میں اس کی شہرت پا جانے کی وجہ سے اور فقہاء کے ہاں اس کے عمومی مقبولیت حاصل کر لینے کی وجہ سے اور فقہاء کے اس کو استعمال کرنے کی وجہ سے۔ ہمارے ہاں اس جیسی حدیث کے ذریعہ قرآن مجید کو کے حکم کو منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ یہ خبر اس مقام پر ہے جس سے علم و عمل واجب ہو جاتا ہے)۔ دوسرے مقام پر مزید وضاحت کرتے ہیں؛

' فَوَرَدَ نَقْلُ ذَلِكَ مُسْتَفِيضًا كَاسْتِفَاضَةِ وُجُوبِ الِاقْتِصَارِ بِالْوَصِيَّةِ عَلَى الثُّلُثِ دُونَ مَا زَادَ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا مِنْ طَرِيقِ نَقْلِ الِاسْتِفَاضَةِ وَاسْتِعْمَالِ الْفُقَهَاءِ لَهُ وَتَلَقِّيهِمْ إِيَّاهُ بِالْقَبُولِ. وَهَذَا عِنْدَنَا فِي حَيِّزِ الْمُتَوَاتِرِ الْمُوجِبِ لِلْعِلْمِ وَالنَّافِي لِلرَّيْبِ وَالشَّكِّ '[30]

(یہ حدیث استفاضہ کے طریقے سے نقل کی گئی ہے بالکل ایسے ہی جیسے کہ وصیت کے تیسرے حصے پر اکتفا کرنے کے واجب ہونے کی حدیث بطور استفاضہ نقل کی گئی ہے، ان دونوں حدیثوں میں استفاضہ و شہرت کے طریق پر نقل کرنے اور فقہاء کے ان کو استعمال کرنے اور ان کے ہاں مقبولیت عامہ حاصل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ ہمارے ہاں متواتر کے درجے میں ہے جو علم کو واجب کرنے والی ہے اور شک و شبہ کو ختم کرنے والی ہے۔)

امام سرخسیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

وَهَذَا حَدِيثٌ مَشْهُورٌ تَلَقَّتْهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُولِ وَالْعَمَلِ بِهِ وَنَسْخُ الْكِتَابِ جَائِزٌ بِمِثْلِهِ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّ مَا تَلَقَّتْهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُولِ وَالْعَمَلِ بِهِ كَالْمَسْمُوعِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -۔[31]

(یہ حدیث مشہور علماء کے ہاں قبولیت عام حاصل کر چکی ہے اور ان کا عمل بھی اس پر ہے۔ اس طرح کی حدیث سے ہمارے ہاں کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ جس حدیث کو قبولیت عامہ حاصل ہو جائے اور اس پر امت کا عمل بھی ہو جائے وہ رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہوئی حدیث کی طرح ہی ہے۔)

2۔ حدیث رجم:

حضرت ماعز اسلمیؓ اور ایک غامدیہ خاتون کے حد زنا میں رجم کرنے کی احادیث کثرت طرق کی وجہ سے مشہور کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔ نیز رجم کا حکم اس مشہور روایت میں بھی موجود ہے؛

عن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «خذوا عني، خذوا عني، قد جعل الله لهن سبيلا، البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة، والثيب بالثيب جلد مائة، والرجم»[32]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ نے ان کے لیے راہ نکالی ہے، کنوارا، کنواری سے زنا کرے تو (ہر ایک کے لیے) سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو (ہر ایک کے لیے) سو کوڑے اور رجم ہے"۔)

ان احادیث کی ذریعہ سے قرآن مجید کے عمومی حکم (**الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ**)[33] (زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔) میں زیادتی کی گئی ہے۔ یہ حدیث شادی شدہ زانی پر رجم کے حکم پر مشتمل ہے لہٰذا رجم کی زیادتی سے اس کے حق میں سو کوڑے والا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

3۔ حدیث مسح علی الخفین:

عن المغيرة بن شعبة، قال: «بينا أنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة إذ نزل فقضى حاجته، ثم جاء فصببت عليه من إداوة كانت معي، فتوضأ ومسح على خفيه»[34]

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ رکے، آپ ﷺ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس میں سے میں نے آپ ﷺ پر پانی ڈالا تو آپ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔)

اس مشہور حدیث کے ذریعہ سے قرآن مجید کے وضوء میں ہاتھ پاؤں کو دھونے والے عمومی حکم میں اضافہ کیا گیا ہے کہ موزے پہننے کی صورت میں دھونے والا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

4۔ البينة على المدعي: عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه.[35]

(نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ مدّعی کے ذمہ گواہوں کو پیش کرنا ہے اور مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم اٹھانا ہے (اگر گواہ نہ ہوں تو)۔)

امام جصّاصؒ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں؛

' وَإِنْ كَانَ وُرُودُهُ مِنْ طَرِيقِ الْآحَادِ فَإِنَّ الْأُمَّةَ قَدْ تَلَقَّتْهُ بِالْقَبُولِ وَالِاسْتِعْمَالِ فَصَارَ فِي حَيِّزِ الْمُتَوَاتِرِ '[36]

(اگرچہ یہ حدیث بطور آحاد نقل ہوئی ہے لیکن امّت میں اسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی ہے اور امّت نے اس کو لیا ہے، لہٰذا یہ متواتر کے مرتبہ پر ہو گی)۔ لہٰذا اس حدیث کو ایک گواہ اور قسم والی حدیث سے مقدم رکھا جائے گا۔

6۔ حدیث ربا:

عن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلا بمثل، يدا بيد، فمن زاد، أو استزاد، فقد أربى، الآخذ والمعطي فيه سواء»،[37]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی، گندم کے عوض گندم، جو کے عوض جو، کھجور کے عوض کھجور اور نمک کے عوض نمک (کی بیع) برابر سرابر اور ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا لین دین کیا، اس میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔)

اس مشہور حدیث کو عرایا کی بیع کے جواز والی حدیث ' **عن سهل بن أبي حثمة: «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الثمر بالتمر، ورخص في العرية أن تباع بخرصها، يأكلها أهلها رطبا» '**[38]

(رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، البتہ عریہ کی آپ ﷺ نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے کہ عریہ والے اس کے بدل

تازہ کھجور کھائیں۔) پر مقدّم کیا جائے گا کیونکہ عرایا کا جواز خبر واحد سے ثابت ہے جبکہ کھجور کی بیع میں کمی و زیادتی کی ممانعت حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

خلاصہ بحث:

درجہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوا کہ خبر مشہور کی اصطلاح و تعبیر اور اس کے عملی اطلاقات میں دو مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ پہلا طبقہ محدثین کا ہے جن کے ہاں دو سے زائد یعنی تین یا تین سے زائد راویوں کی بیان کردہ حدیث کو مشہور کہا جاتا ہے۔ اگر سند کے کسی مقام پر دو یا ایک راوی رہ جائیں تو وہ حدیث مشہور کی صف سے خارج ہو کر عزیز یا غریب کی فہرست میں شامل ہو جائے گی۔ دوسرا طبقہ فقہاء حنفیہ کا ہے جن کے ہاں مشہور ایسی روایت کو کہتے ہیں جو ابتداء میں ایک یا دو راویوں سے روایت کی جائے، پھر طبقہ ثانی اور ثالث یعنی تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں وہ تواتر کی حد تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد حاصل ہونے والی شہرت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ تب تک تو تمام احادیث شہرت کے درجہ تک پہنچ چکی تھیں۔ دونوں گروہوں کی آراء کا فرق تعبیر میں اور اس کے عملی اطلاقات کی شکل میں واضح ہو گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ الجوهري، أبو نصر إسماعيل بن حماد الفارابي، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، الناشر: دار العلم للملايين –بيروت، الطبعة: الرابعة 1407 هـ - 1987 م،705/2،

Al Jūhari, Abū Nasar Ismaīl bin Ḥammād Al Fārābī, *Al Siḥāh tāj ul Lughat wa Siḥāh Al Arbiāh,* (dār ul Ilm Al Malayiyyīn, Beirūt, Labnān, 1406 AH, 1987), 705/2

[2]۔ العراقي، زين الدين، شرح التبصرة والتذكرة = ألفية العراقي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م، ص:72/2

Al Irāqī,Zain ul Dīn*, Sharāḥ Al Tabṣarah wa Al Tazkirah(Alfiyah Irāqī)*, (dār ul kutub alilmiyāh, Beirūt, Labnān, 1423AH, 2002), 72/2

[3]۔ العسقلاني، ابن حجر ,نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر، دار ابن حزم،بيروت، الطبعة الأولى 1427هـ-2006ء،ص:81

Asqalānī, ibn Ḥajr, *Nukhbah al-fikr fi Muṣṭalaḥ ahl al-Āthā*r, dār, Ibn e Ḥazam, Beirūt, 1427AH, 2006) 81

[4]۔ السخاوي، محمد بن عبد الرحمن، فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي، دار المنهاج، الرياض، الطبعة الأولى 1426هـ،379/3

Al Sakhāwī, Muhammad bin Abdul Reḥmān, *Fatḥul Mughīs Bi sharāḥ Alfiyāh Al Ḥadīs Lilirāqī*, (Dār ul Minhāj, Alriāz, 1426AH)379/3

[5]۔ يسين، 36-13،14

Yāsīn, 13, 14-36

[6]۔ قاسمیؒ ,قاری محمد طیب، حدیث رسول کا قرآنی معیار،ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت اول:1977، ص:54

Qāsimī, Qārī Muhammad Ṭayyab, *Ḥadīs e Rasūl Kā Qurānī Mayār,* (Idarāh Islāmiāt, Lāhūre, 1977) 54

[7]- البخاري، عبد العزيز بن أحمد،(م730ھ)، كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى : 1418ھ- 1997ء،534/2،

Al Bukhārī, Abdul Azīz Bin Ahmad, *kashf ul Asrār, Sharah Usūl Albazdawī,* (dār ul kutub alilmiytāh, Beirūt, 1418AH, 1997)534/2

[8]. الدبّوسي، ابوزيد، تقويم الأدلّة في اصول الفقه، دارالكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولى: 1421ھ-2001م، ص:211،

Al Dubūsi, Abu Zaid, *Taqwīm ul Adillah Fi Usūl Al Fiqāh*, (dār ul kutub al Ilmiyāh, Beirūt,, 1421AH, 2001) 211

[9]- الشاشي،نظام الدين، اصول الشاشي، مكتبة البشرى،كراتشي، الطبعة الثانية: 1429ھ- 2008م،ص:176

Al Shāshi, Niẓām ul Dīn, *Usūl ul Shāshi,* (Maktabāh Al Bushrā, Karāchi, 1429AH, 2008)176

[10]- الذهبي، محمد بن أحمد، شمس الدين ،الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، مؤسسة علوم القرآن، جدة، الطبعة: الأولى، 1413 هـ - 1992 م، رقم الترجمة:2548، 527/1،

Al-dhahbī, shams al-dīn Muḥammad bin Aḥmad, *Al Kāshif Fī Mārifat Man Lahū Riwayāh Fī Alkutub Al Sittāh*(Muassisāh Ulūm ul Qurān, Jaddāh 1413AH, 1992)527/1

[11]- البلقيني، عمر بن رسلان البلقيني الشافعيّ، مقدمة ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح،ص:519

Al Baqlainī, Umar Bin Ruslān Al Baqlaini AL Shāfi*, Muqaddamāh Ibn Ul Salāḥ Wa Maḥāsin Ul Islāḥ*, pāge 519

[12]- ابن حجر، ، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة - بيروت، 1379، 6/7

Ibn Ḥajr, *Fatḥul Bārī Sharāḥ Sahīh Al Bukhārī,* dār Al Mārifāh, Beirūt, 1379AH, 6/7

[13]- التركماني، عبد المجيد, المدخل إلى أصول الحديث على منهج الحنفية، دار الرّياحين، عمان،الطبعة الثانية: 1442ھ- 2020م ص:32

Al Turkamānī, Abdul Majīd, *Almadkhal Ilā Usūl Al Ḥadīs Alā Manhaj Al Ḥanfiyāh,* Dār ul Rayāḥīn, Ammān, 1442AH, 2020) 32

[14]. عدنان على خضر، الموازنة بين منهج الحنفية ومنهج المحدّثين في قبول الحديث وردّها، دار النوادر، دمشق، الطبعة الأولى:1431ھ- 2010م،ص:400

Adnān Alī Khizar, *Almawāzanāh Bain Manhaj al Hanfiyāh Wa Manhaj Al Muhaddisīn Fī Qubūl Al Ḥadīs Wa Raddihā,* Dār ul Nawādir Damishq, 1431AH, 2010) 400

[15]- (1) البخاري،محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري ، الجامع الصحيحالبخاري، المكتبة السلفية، القاهرة،الطبعة الأولى: 1400ھ، باب القنوت قبل الركوع وبعده، ر قم الحديث:1003، 316/1،(2) القشيري، مسلم بن حجاج، الصحيح لمسلم، مكتبة البشرى كراتشي، الطبعة الأولى 1430 هـ 2009م،كتاب المساجدومواضع الصلاة، باب استحباب القنوت، رقم الحديث:1546، 547/2،

Al-Bukhārī, Imām, Abu Abdullāh Muḥammad ibn Ismā'il al-Bukhārī*, Jami' al-Ṣaḥīḥal-Bukhārī*,. Al Maktabāh Al Salfiāh, Al Qahirāh, 1400AH, bāb Ul Qunūt Qabal Al Rukū Wa Badahū, Hadīs No 1003, 316/1, Al Qushairī, Muslim Bin Ḥajjāj, *Al Ṣaḥiḥ Muslim,* Maktabāh Al Bushrā, Karāchi, 1430AH, 2009) Kitāb ul Masājid wa Mawāḍi Al Salāt, Bāb Istiḥbāb Al Qunūt, Ḥadīs 1546, 547/2

[16]- ملا خاطر ، خليل إبراهيم، حديث الآحاد(المشهور- العزيز- الغريب)، مكتبة دار الوفاء، جدة، الطبعة الأولى1407ھ- 1986م، ص:27،

Mullā Khātir, Khalīl Ibrāhīm, *Hadīs ul Ahād (Al Mash'hūr- Al Azīz-Al Gharīb),* Maktabāh dār ul Wafā, Jaddāh, 1407AH, 1986) 27

[17]- ابن الصلاح ، عثمان بن عبد الرحمن، علوم الحديث/معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، دار الفكر- دمشق، ،سنة النشر: 1406هـ- 1986م،ص:267

Ibn ul Salāḥ, Usmān Bin Abdul Reḥmān, *Ulūm ul Ḥadīs/Marifat Anwā Ulūm Al Ḥadīs, Muqaddamāh Ibn Ul Salāh,* Dār ul Fikar, Damishq, 1406AH,1986) 267

[18]- (1) البخاري، الجامع المسند الصحيح، كتاب الإيمان، باب ، من سلم المسلمون، رقم الحديث:10، /20،(2) الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان،باب بيان تفاضل أهل الإسلام،رقم:65،(3) أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، الناشر: بيت الأفكار الدولية الرياض، كتاب الجهاد، باب الهجرةإنقطعت،رقم:2481،(4) الترمذي، محمد بن عيسى، السنن،دار الغرب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثانية: 1998 م ، أبواب الإيمان،رقم:2627،(5) سنن النسائي،كتاب الإيمان، باب صفة المسلم، رقم:4996، مسند أحمد،رقم:6515،

Al-bukhārī, *Ṣaḥīḥ albukhārī Kitab ul Īmān, Bāb Man Salim Al Muslimūn,* Hadīs 10, 20/1 *Ṣaḥīḥ Muslim, kitāb ul Īmān, Bāb Bayān Tafāḍul Ahl Al Islām*, Ḥadīs 65 Abū Dā'ūd Sulaīmān Bin Al-Ashʿath,*Sunan Abū Da'ūd*, Bait ul Afkār Al Doliyāh, Al Riāḍ, Kitāb Ul Jihād, bāb Alhijrat Inqaṭat, Ḥadīs 2481,Tirmidī, Muḥammd bin ʿēsā, *āl sunan*, Dar ul Gharāb Al Islamī, Beirūt,1998) Abwāb Al īmān Ḥadith: 2627.*Sunan Al* Nisāī, Kitāb ul Īmān, Bāb Ṣifat Al Muslim, Ḥadīs 4996 *Musnad Ahmad*, Ḥadīs 6515

[19]- خليل إبراهيم ملا خاطر، حديث الآحاد(المشهور- العزيز- الغريب)، ص:30

Khalīl Ibrāhīm, *Hadīs ul Ahād (Al Mash'hūr- Al Azīz-Al Gharīb*), 30

[20]- أبو داود، رقم:2177،ص:248

Abū Dāwūd, Hadīs 2177, 248

[21]سنن الترمذي، رقم:2649، 387/4،

Sunan Al Tirmizī, Hadīs 2649, 387/4

[22]- الدارقطني، علي بن عمر بن أحمد، سنن الدارقطني، مؤسسة الرسالة، بيروت الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م،رقم:1552و1553، 292/2،

Al dār Quṭnī, Alī Bin Umar Bin Aḥmad*, Sunan Al Dār Quṭnī*, Muassisāh Al Risālāh, Beirūt, 1424AH, 2004) Hadīs 1552-1553, 292/2

[23]- السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، مكتبة الكوثر، الرياض، الطبعة الثانية:1415هـ، 624/2

Al Suyūṭī, Abdul Reḥmān Bin Abū Bakar, *Tadrīb ul Rāvī Fī Sharāḥ Taqrīb Alnwāwī*, Maktabāh Al Kūsar, Al Riāz, 1415AH) 624/2

[24]- السيوطي، تدريب الراوي، 624/2

Al Suyūṭi*, Tadrīb ul Rāwī*, 624/2

[25]- ابن ماجة، محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، رقم:2045، 659/1،

Ibn e Mājāh, Muhammad Bin Yazīd*, Sunan Ibn e Mājāh*, Dār Iḥyā Al Kutub Al Arabiyāh) Ḥadīs 2045, 659/1

[26]- (1) الحاكم، محمد بن عبد الله ، المستدرك على الصحيحين، الناشر: دار الحرمين، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1417 – 1997، رقم:2860، 236/2،(2) ابن حبان، محمد بن حبان ، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، 1414 هـ - 1993 م، رقم:7219، 202/16

Al-Ḥākim, Muḥammad Ibn Abdullāḥ, *Al-Mustadrak al alā-Ṣaḥīḥain*, (Dār Al Harmain, Al Qāhirāh, 1417AH, 197) Hadīs 2860,236/2 ،Ibn e Ḥabbān, Muḥammad Bin Ḥabbān,

Saḥīḥ Ibn e Ḥabbān Bitartīb Ibn e Bulbān, Muassasāh Al Risālah, Beirūt, 1414AH, 1993) al-Ḥākim 7219, 202/16

[27]- (1) سنن أبي داود، رقم:2870،ص:324،(2) جامع الترمذي، رقم:1،92/2120،

Sunan Abū Dawūd, Hadīs 2870, 324,*Sunan Al Tirmizī,* Hadīs, 2120, 92/1

[28]- البقرة، 2-180

Al Baqarāh, 180-2

[29]- الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، الفصول في الأصول، وزارة الأوقاف الكويتية،الطبعة الثانية:1414هـ- 1994م ،205/1

Al-jaṣṣāṣ, Aḥmad bin alī Al-rāzī, *Al Fusūl fī Al Uṣūl,* (Wazārat Al Oqāf Alkawaitīyāh, 1414AH, 1994) 205/1

[30]- الجصاص، الفصول في الأصول،32/3

[31] السرخسي، محمد بن أحمد ،المبسوط، دار المعرفة – بيروت،تاريخ النشر: 1414هـ- 1993م، 143/27

Al Sarkhasī, Muhammad Bin Aḥmad, *Al Mabsūṭ* (Dār ul Marifāh, Beirūt, 1414AH,1993) 143/27

[32]- الصحيح لمسلم، رقم:1690، 806/2،

Al Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīs 1690, 806/2

[33]. النور، 24-2

Al-Nūr: 30

[34]. (1) الصحيح للبخارى، رقم:182، 79/1، (2) الصحيح لمسلم،رقم:274، 138/1

Al Ṣaḥīḥ Lilbukhārī, Ḥadīs 182, 79/1, *Al Ṣaḥīḥ Limuslim*, Ḥadīs 274, 138/1

[35]. (1) سنن الترمذي، رقم:1341، 577/1،(2) سنن الدارقطني، رقم:4311، 27/5

Sunan Al Tirmizī, Hadīs 1341, 577/1, *Sunan Al Dār Quṭnī*, Hadīs 4311, 27/5

[36]- الجصاص، أحكام القرآن، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى: 1415هـ- 1994م، 625/1

Al-jaṣṣāṣ, *Aḥkām al-Qurān*(Beīrūt:dār al-kutab al'ilmiyāh,1415AH, 1994)625/1

`[37].الصحيح لمسلم، رقم:2،745/1584،

Al Ṣaḥīḥ Limuslim, Ḥadīs 1584, 745/2

[38]. الصحيح البخاري،رقم: 2191، 110/2

Al Ṣaḥīḥ Lilbukhārī, Ḥadīs 2191, 110/2